سلسلہ دورِ نبوّت کے بچّے 2

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

باغِ نبوّت کا پھول 2

اشفاق احمد خاں

باغ نبوت کا پھول

حسین بن علی رضی اللہ عنہما

اشفاق احمد خاں

ⓒ مكتبة دار السلام، ١٤٢٥ هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
خان، اشفاق احمد
سيرة حسين بن علي رضي الله عنه - بالاردية. / اشفاق احمد خان - الرياض، ١٤٢٥ هـ
ص: ٣٢ مقاس: ١٤×٢١ سم
ردمك: ٠-١-٩٥٦٢-٩٩٦٠
١- الحسين بن علي بن ابي طالب، أ-العنوان
ديوي: ٢٣٩،٨ ١٤٢٥/٤٢١٠
رقم الإيداع: ١٤٢٥/٤٢١٠
ردمك: ٠-١-٩٥٦٢-٩٩٦٠

نام کتاب: باغ نبوت کا پھول ④ مصنف: اشفاق احمد خاں

منتظم اعلیٰ: عبدالمالک مجاہد

سعودی عرب (ہیڈ آفس)
پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب
فون: 4033962-4043432 1 00966 فیکس: 4021659
Website: http://www.dar-us-salam.com E-mail: riyadh@dar-us-salam.com
❶ طریق مکہ، العلیا، الریاض فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945 ❸ جدہ فون: 6879254 2 00966 فیکس: 6336270
❷ شارع الحسین، السلیمانیہ، الریاض فون: 4735220 فیکس: 4735221 ❹ الخبر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551
❺ مدینہ منورہ فون و فیکس: 815121 4 00966
شارجہ فون: 5632623 6 00971 فیکس: 5632624 لندن فون: 5202666 208 0044 فیکس: 5217645 208
امریکہ ❶ ہیوسٹن فون: 7220419 713 001 فیکس: 7220431 ❷ نیویارک فون: 6255925 718 001 فیکس: 6251511

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم)
❶ 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور فون: 7240024-7232400-7111023-7110081 42 0092 فیکس: 7354072
Website: http://www.dar-us-salam.com E-mail: lahore@dar-us-salam.com
❷ غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703 ❸ اردو بازار گوجرانوالا فون: 741613 فیکس: 741614
❹ مون مارکیٹ اقبال ٹاؤن، لاہور فون: 7846714

پیش لفظ

زندگی کا سفر یوں تو سبھی لوگ طے کرتے ہیں لیکن جس نے اپنی زندگی کے لیے کسی خاص راستے کا انتخاب کر رکھا ہو اور اس کے دل میں یہ عزمِ صمیم ہو کہ ہزار ہا رکاوٹوں اور دشواریوں کے باوجود زندگی کا یہ سفر اُسی راستے پر جاری رکھنا ہے...... تو کامیابی اُس کی راہوں میں اپنے مقدر کے ستارے ضرور بکھیرتی ہے۔ سچائی کا علم تھامے رکھنا، ایک مشکل اور کٹھن کام ہوتا ہے۔ یہ راستہ بہت خاردار ہوتا ہے۔ اس راہ پر چلنے والے آبلہ پا بھی ہوتے ہیں لیکن اس راہ پر چلنا ترک نہیں کرتے۔

سچ کو برداشت کرنا کبھی بھی آسان نہیں رہا۔ اسی لیے سچ بولنے والوں کو ایذائیں جھیلنا پڑتی ہیں، پتھر کھانا پڑتے ہیں، سولی پر چڑھنا پڑتا ہے، سر کٹوانا پڑتے ہیں اور یہ بھی ایک بہت بڑی حقیقت ہے کہ سچائی پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہنے والے بہت کم لوگ ہوتے ہیں اور جو ہوتے ہیں وہ عزم واستقلال کا سورج بن کر آنے والی نسلوں کو عزیمت کی روشنی دکھاتے ہیں۔

راہِ حق کے سفر میں وہ سب سے بلند شان رکھنے والے، سب سے اونچا مرتبہ حاصل کرنے والے لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی ذاتی زندگی عبادت، ایمان کی پختگی اور تقویٰ سے عبارت ہوتی ہے۔ سخاوت ان کا شیوہ، بہادری، شجاعت اور ثابت قدمی ان کی شخصیت کے نمایاں اوصاف ہوتے ہیں۔

یہ کتاب ان ہی لوگوں کی حق گوئی اور حق پرستی کی عکاسی کرتی ہے، یقیناً آپ کو پسند آئے گی۔

لوگوں کا ایک مجمع تھا لیکن بے ہنگم نہیں، بہت پر سکون۔ کمال کا نظم و ضبط تھا اُن میں۔ ان کے بیٹھنے میں ادب تھا، سلیقہ تھا، آنکھوں میں ایک شوق جھلکتا تھا اور کان ...... الفاظ سننے کی تڑپ لیے ہوئے تھے۔ وہ اس وقت جس ہستی کی بات سن رہے تھے، وہ اس کائنات کی سب سے عظیم ہستی تھی۔ ان کے الفاظ میں عجیب سی کشش تھی۔ بڑی مٹھاس اور حلاوت تھی۔ الفاظ کانوں کے رستے سیدھے دل میں اُترتے جاتے تھے۔ ان سب کی یہی کوشش تھی کہ وہ ان کے لبوں سے ادا ہونے والے ایک ایک لفظ کو اپنی سماعتوں میں محفوظ کرلیں۔

خطیبِ محترم بڑے دل نشین انداز میں، اپنے سننے والوں کو دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے آگاہ فرمارہے تھے کہ اچانک اُن کے لب مبارک

خاموش ہو گئے۔ ان کی نگاہیں سامعین سے ہٹ کر کسی اور ہی منظر کی طرف متوجہ ہوگئی تھیں۔ پھر وہ منبر سے نیچے اُتر گئے۔ سب لوگوں کے چہروں پر حیرانی تھی۔ لوگوں کی نظروں نے اُن کا تعاقب کیا اور پھر عجیب ماجرا دیکھا۔ سامنے دو بچے جنھوں نے سرخ رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ لمبی لمبی قمیصوں کی وجہ سے کبھی گرتے اور کبھی اُٹھتے ہوئے خطیبِ اعظم کی طرف بڑھ رہے تھے۔ انھوں نے دونوں بچوں کو اُٹھایا اور منبر کی طرف واپس تشریف لے آئے۔ دونوں بچوں کو اپنے سامنے بٹھایا اور سامعین سے مخاطب ہوئے لیکن اب جو بات ان کے لبوں سے ادا ہو رہی تھی، وہ ان بچوں کے متعلق ہی تھی۔ آپ فرما رہے تھے:

﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ.﴾

''بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں۔'' (التغابن:15)

میں نے جب ان دونوں کو چلتے ہوئے اور گرتے ہوئے دیکھا تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا، میں نے اپنی گفتگو روک کر ان کو اُٹھا لیا۔''

یہ دونوں بچے جنہیں آقائے نامدار محمد ﷺ کی خصوصی شفقت کی سعادت ملی، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لخت جگر، جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

''حسن اور حسین دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔''

اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے ضرورت کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ نے چادر اُوڑھی ہوئی تھی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس چادر کے نیچے کیا ہے۔ جب میں اپنی ضرورت سے، جس کے لیے حاضر ہوا تھا، فارغ ہوا تو میں نے عرض کیا: ''آپ نے یہ چادر کس پر اوڑھ رکھی ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر اُٹھائی تو آپ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو اُٹھائے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور ان سے بھی محبت فرما جو ان دونوں سے محبت رکھتے ہیں۔''

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف فرما ہوئے، آپ پر سیاہ بالوں کی بنی ہوئی منقش چادر تھی۔ اتنے میں سیدنا حسن بن علی اور سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما تشریف لائے تو وہ بھی اس چادر میں داخل ہو گئے، پھر سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بھی چادر میں داخل فرما لیا۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ پہنچ گئے تو آپ نے انھیں بھی داخل فرما لیا۔ پھر فرمایا:

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾۔ (الأحزاب:33)

''اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے اے اہل بیت ہر بری چیز دور فرما کر تمھیں خوب پاک صاف کر دے''

اس آیت مبارکہ میں جہاں ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے اہل بیت کہا گیا ہے وہاں اس حدیث کی رو سے حسن، حسین، فاطمہ الزہراء اور علی رضی اللہ عنہم بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔ (رواہ مسلم:2081) اسی لئے انہیں ''اصحاب الکساء'' یعنی چادر والے کہا جاتا ہے۔

☆☆☆

سیدنا حسین رضی اللہ عنہما ہجرت کے چوتھے سال ، شعبان کے مہینے میں پیدا ہوئے۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

''سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما امامِ کائنات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے، دنیا میں آپ کے مہکتے پھول اور عزیز از جان محبوب، ابوعبداللہ حسین بن امیرالمومنین ابی الحسن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی ہاشمی اور قریشی تھے۔''

آپ کی پیدائش پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور آپ کو گھٹی

دی۔ رسول اللہ ﷺ ہی نے آپ کا نام حسین رکھا۔ ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا گیا اور سر کے بال مونڈے گئے۔

سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما آپس میں گہری محبت رکھتے تھے۔ ان کی عمروں میں تقریباً ایک سال کا فرق تھا لیکن ان کی آپس میں محبت دیکھ کر لوگ یہ سمجھتے تھے کہ وہ جڑواں بھائی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے خاص طور پر حسین رضی اللہ عنہ کو بچپن ہی سے اس بات کی تربیت دی تھی کہ بڑوں کا احترام کس طرح کیا جاتا ہے اور چھوٹوں سے کس طرح شفقت سے پیش آتے ہیں۔ دونوں کی باہمی محبت کی سب سے بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ انھوں نے ان والدین کی گود میں پرورش پائی جو آپس میں محبت کرنے والے تھے اور بلاشک والدین کی

باہمی محبت اور احترام کا اولاد پر گہرا اثر پڑتا ہے۔

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جس محبت میں احترام نہ ہو، وہ ناقص اور ادھوری ہوتی ہے۔ احترام مکمل ہی محبت سے ہوتا ہے۔ اسی بنا پر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے اور ان کا ہر حکم خوش دلی سے تسلیم کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں نواسے دل و جان سے عزیز تھے لیکن

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے انھیں بے انتہا محبت تھی۔

یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ جو حسین سے محبت کرے، اللہ اس سے محبت کرے۔ حسین میری اولاد کی اولاد ہے۔''

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کے لیے اکثر دعا فرمایا کرتے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو دم کرتے اور یہ کلمات پڑھتے:

((أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ.))

''میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ذریعے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں ہر ایک شیطان سے اور زہریلے جانور (سانپ، بچھو وغیرہ) سے اور ہر ایک آنکھ سے جو لگ جائے (یعنی بری نظر سے)۔''

پھر نبیِ کریم ﷺ فرماتے ہیں: ''تمہارے والد سیدنا ابراہیم علیہ السلام انھی کلمات کے ساتھ اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کو اللہ کی پناہ میں دیتے تھے۔''

رسول اللہ ﷺ کی اس شدید محبت، پیار اور شفقت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے گہری محبت رکھتے تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: مروان بن حکم بیماری کے دنوں میں ان کے پاس آیا اور پوچھا: ''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب سے میرا آپ کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا ہوا ہے، جو چیز میں نے سب سے زیادہ محسوس کی ہے وہ آپ کی حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے محبت ہے۔'' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فوراً اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: ''ہم نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے کہ آپ نے راستے میں حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے رونے کی آواز سنی۔ آپ نے اپنی سواری کو تیز کیا اور ان کی ماں کے قریب آ کر پوچھا: ''کیا بات ہے میرے بیٹے کیوں رو رہے ہیں۔'' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''پیاس کی وجہ سے''۔ آپ نے پانی تلاش کیا مگر نہ مل سکا۔ آپ نے لوگوں سے پوچھا لیکن کسی سے بھی پانی نہ ملا۔ آپ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: ''ایک بچہ

مجھے پکڑا دو۔" آپ نے بچے کو پکڑ کر سینے سے لگایا بچہ ابھی تک رو رہا تھا چپ نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے اپنی زبانِ مبارک بچے کے منہ میں ڈال دی۔ بچے نے زبان کو چوسنا شروع کر دیا حتیٰ کہ وہ خاموش ہو گیا۔ پھر ہم نے اس کے رونے کی آواز نہیں سنی۔ پھر آپ نے دوسرے بچے کو پکڑ کر اسی طرح کیا۔ وہ بھی خاموش ہو گیا۔ کیا یہ واقعہ دیکھنے کے بعد بھی میں ان سے محبت نہ کروں۔"

رسول اللہ ﷺ کے دیگر صحابہ کرام بھی سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما سے محبت اور ان کا دلی احترام کرتے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شکل وصورت نبی کریم ﷺ سے بہت ملتی تھی، ان کو دیکھ کر صحابہ کو رسول اللہ ﷺ کی یاد آ
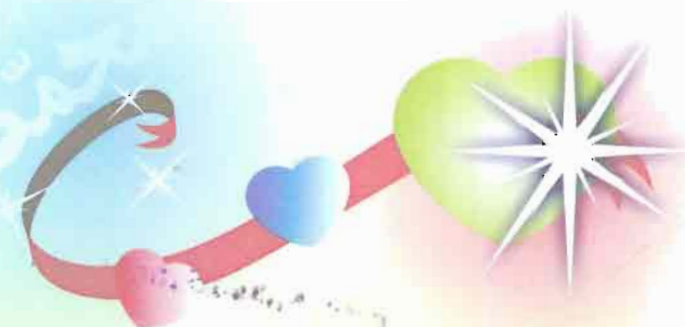
جاتی۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دونوں بھائیوں سے بہت محبت کرتے تھے، ان کی ہمیشہ کوشش ہوتی کہ وہ ان کے قریب رہیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کیفیت یہ تھی کہ انھیں ہر اس چیز سے محبت تھی جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت ہوتی تھی۔ وہ کہا کرتے تھے:

''مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں (رشتے داروں) سے ملنا اپنے قرابت داروں سے ملنے سے زیادہ عزیز ہے۔''

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی دونوں بھائیوں کی بہت عزت و توقیر کرتے، ان سے پیار کرتے۔ انھوں نے جب وظائف کے لیے فہرستیں تیار کروائیں

تو اصحابِ بدر کے ساتھ ساتھ ان کے لیے بھی پانچ ہزار درہم مقرر کر دیے۔

ایک بار سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یمن سے چادریں آئیں۔ لوگوں میں چادریں تقسیم ہوگئیں۔ اتنی دیر میں سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے، وہ چادروں سے محروم رہ گئے تھے۔ ان کو چادروں سے محروم دیکھ کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ غمزدہ ہو گئے۔ انھوں نے اسی وقت یمن کے عامل کی طرف پیغام بھیجا کہ فوراً یمن کی دو چادریں بھیجو۔ عامل نے جلدی سے چادریں بھجوائیں۔ چادریں آتے ہی آپ نے دونوں کو پہنچا دیں اور فرمایا:

''میرا دل اب ٹھنڈا ہوا ہے''۔ یعنی میرے دل کو اب سکون ملا ہے۔

حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایک دن میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔

آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تنہائی میں باتیں کر رہے تھے اور آپ کے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دروازے پر تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ فوراً واپس ہو گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ واپس آ گیا۔ بعد میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مجھے ملے اور کہا:

''میں نے آپ کو دیکھا ہی نہیں، کہاں رہے؟''

میں نے کہا: ''امیر المومنین، میں آپ کے پاس آیا تھا،آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تنہائی میں بیٹھے تھے اور عبداللہ دروازے پر تھے، وہ واپس ہوئے تو میں بھی واپس آ گیا۔''

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آپ عبداللہ سے زیادہ اجازت کا حق رکھتے ہیں۔''

جب کبھی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سواری پر سوار ہونے لگتے تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

ان کی سواری کی رکاب تھام لیا کرتے تھے اور اس کو اپنے لیے ایک نعمت اور اعزاز سمجھتے تھے۔ عزار بن حریث رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے، ان کی نظر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر پڑی تو فرمایا:

"یہ زمین پر رہنے والوں میں سے، آسمان والوں کو زیادہ محبوب ہے۔"

جب کبھی حسین رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے، لوگ سلام کے لیے ان کی طرف ٹوٹ پڑتے، ایک ہجوم اکٹھا ہو جاتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ محبت اُن کے بچپن سے لے کر بڑی عمر تک یکساں انداز میں تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات دیکھتے تھے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ذاتی زندگی عبادت، پختہ ایمان اور تقویٰ کا بہترین نمونہ تھی۔ وہ بہت زیادہ روزے رکھتے، حج ادا کرتے۔ آپ کی دعاؤں اور عبادت کے دوران عجز و نیاز سے آپ کا تقویٰ بہت نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے۔ آپ اس طرح اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے:

''اے اللہ! تو ہی ہر مصیبت میں مجھے ثابت قدم رکھنے والا ہے۔ میں تیری رحمت کا اُمیدوار ہوں۔ ہر تکلیف کو دور کرنے والا، ہر نعمت عطا کرنے والا تو ہی ہے جس کو تو تکلیف دے دے، اس پر احسان کرنے والا بھی تو ہی ہے۔

اے میرے معبود! تو نے مجھے نعمتیں عطا کی ہیں، مجھے شکر کرنے والا نہیں

پایا۔ مجھے آزمایا، مجھے صبر کرنے والا نہیں پایا، تو نے میری ناشکری کی وجہ سے، مجھ سے نعمتیں نہیں چھینیں اور نہ ہی میری بے صبری کی وجہ سے میری تکلیف ہمیشہ رہنے دی۔"

آپ کی دعائیں اس بات کا مظہر ہیں کہ آپ کی نظر میں بزرگ و برتر ذات وہی ایک ہے، وہی نفع ونقصان دینے والی ہے۔ زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اس واضح حقیقت کو پانے والے کی نمازیں، تسبیح و تہلیل، غرض تمام عبادات خلوصِ نیت اور خشوع وخضوع سے بھرپور کیوں نہ ہوں گی۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بہت زیادہ سخی تھے۔ جو بھی ان سے سوال کرتا، اس کو

اتنا دیتے کہ اس کی فقیری ختم ہو جاتی ، تنگ دستی مٹ جاتی ۔ ایک دفعہ ایک سائل مدینے کی گلیوں میں گھومتا پھرتا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آن پہنچا۔ اس نے دروازے پر دستک دی اور اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے:

''جس نے تیرے دروازے کی کنڈی کو حرکت دی ، آج نا اُمید نہیں جائے گا۔ تو سخی ہے، تو سخاوت کی کان ہے، تیرے باپ نے فاسقوں کو قتل کیا۔''

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ سوالی کا سوال، اور شعر کانوں میں پڑے تو اپنی نماز مختصر کر دی۔ اُٹھ کر سوالی کے پاس گئے۔ اس کی مفلوک الحالی دیکھی، چہرے پر فاقے کے آثار نمایاں تھے۔ پلٹ کر گھر آ گئے۔ اپنے غلام قنبر کو بلایا، اور اس سے پوچھا:

''خرچ کی رقم میں سے تمہارے پاس کیا بچا ہے؟''

اس نے کہا ''دو سو درہم، جو آپ نے اپنے گھر والوں پر خرچ کرنے کے لیے کہے ہیں۔''

آپ نے فرمایا ''انھیں لے آؤ۔ جو آ گیا ہے' وہ ان کا زیادہ حق دار ہے۔''

قنبر درہم لے کر آیا تو آپ نے درہم اس سوالی کے حوالے کر دیے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ کسی سوالی کو خالی نہیں لوٹاتے تھے۔ حتیٰ کہ شعراء کو بھی عطا کر دیتے۔ آپ کے بڑے بھائی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے شعراء کو مال دینے پر ڈانٹا تو آپ نے جواب دیا:

''بہتر مال وہ ہے جس سے عزت بچ جائے۔''

بہادری، شجاعت اور ثابت قدمی، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے

نمایاں اوصاف تھے۔ ایک دفعہ حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''میں چاہتا ہوں کہ تمہاری حوصلہ مندی سے کوئی حصہ مجھے بھی مل جائے۔'' حسین رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں چاہتا ہوں کہ آپ کی قوت گویائی (فصاحت و بلاغت) سے مجھے بھی کچھ حصہ مل جائے۔''

یزید بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں لشکر قسطنطنیہ کی طرف جا رہا تھا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اس لشکر میں مجاہد کے طور پر شامل ہونے کے لیے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی اور ایک عام مجاہد کی طرح اس لشکر میں شامل ہو گئے۔ جہاد کی پکار بلند ہوتے ہی، ہر چیز بھلا کر لبیک کہتے ہوئے، اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اسلامی لشکر میں شامل ہو گئے۔

سیدنا علی کی شہادت کے بعد حسن رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے تو حسن رضی اللہ عنہ

نے اپنی خلافت سے دست بردار ہو کر، اتحادِ امت کے عظیم مقصد کی خاطر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کرلیا تھا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو اس فیصلے سے ابتدا میں اختلاف رہا، لیکن پھر انھوں نے تسلیم کرلیا۔ یہ اختلاف یزید بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت پر بھی ہوا اور انھوں نے یزید کی بیعت کرنے سے گریز کیا۔

یہ صورت حال دیکھ کر عراق کے شہر کوفے کی اہم شخصیات نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے کہ ہم آپ سے بیعت کرنے کو تیار ہیں، آپ ہمارے پاس تشریف لے آئیں۔ جب آپ نے کوفہ کی طرف جانے کا ارادہ کرلیا تو عَمْرَۃ نامی ایک خیر خواہ نے آپ کو خط لکھا۔ خط میں اس نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ان کے ارادے اور اس کے انجام کی ہولناکی کا احساس

دلایا اور یہ بھی لکھا کہ آپ اپنی قتل گاہ کی طرف جا رہے ہیں۔ اُس نے یہ بھی لکھا:

''رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: آج میرے گھر میں وہ فرشتہ آیا ہے جو پہلے کبھی نہیں آیا اور اس نے کہا ہے کہ حسین قتل ہوں گے اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ مٹی دکھا دوں۔''

آپ نے یہ پڑھ کر کہا: ''پھر لازماً وہی یہی میری قتل گاہ ہوگی۔''

جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا:

''آپ کہاں جا رہے ہیں؟ اس قوم کی طرف، جس نے آپ کے والد کو قتل کیا، آپ کے بھائی کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا۔''

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بولے: ''میرے نزدیک مکہ میں خون خرابا کروانے

سے بہتر یہ ہے کہ مکہ سے نکل جاؤں۔"

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ تشریف لائے تو انھیں خبر ملی کہ حسین رضی اللہ عنہ عراق کی طرف چلے گئے ہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فوراً پیچھے گئے اور دو راتوں کے فاصلے کا سفر طے کر کے ان سے جا ملے۔ ان سے پوچھا:

"کہاں جا رہے ہیں؟"

فرمایا: "عراق جا رہا ہوں۔"

اس وقت آپ کے پاس اہل عراق کی طرف سے لکھے گئے خطوط کے پلندے تھے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا:

"آپ وہاں نہ جائیں۔"

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ ان لوگوں کے خطوط اور بیعت کے ثبوت ہیں۔''
عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بہت کوشش کی کہ حسین رضی اللہ عنہ کوفہ جانے کا ارادہ ترک کر دیں لیکن ناکام رہے، بالآخر انھوں نے حسین رضی اللہ عنہ سے معانقہ کیا اور فرمایا:

''اللہ کے سپرد! شہادت آپ کا مقدر بن چکی ہے۔''

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اہل عراق کی پُر زور دعوت اور ان کی بیعت کی بنا پر سمجھتے تھے کہ انھیں لازمی وہاں جانا چاہیے لیکن اہل کوفہ نے اپنے وعدے کا پاس نہیں کیا، انھوں نے بدعہدی کی۔ کربلا کے مقام پر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو گھیر لیا گیا۔ آپ نے اس موقع پر تین شرطیں پیش کیں۔ اوّل یہ کہ مجھے کسی بھی اسلامی سرحد پر جانے دیا جائے تا کہ میں وہاں جہاد کرتا رہوں۔ دوسری یہ کہ مجھے واپس وہاں جانے دیا جائے جہاں سے آیا ہوں۔

إما أن أرجع إلى المكان الذي
أقبلت منه، وإما أن أضع يدي
في يد يزيد بن معاوية فيرى فيما
بيني وبينه رأيه، وإما أن تسيروني
إلى أي ثغر من ثغور المسلمين
شئت، فأكون رجلاً من أهله، لي
ما لهم وعلي ما عليهم.

تیسری یہ کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو، میں اس سے اپنا معاملہ خود طے کر لوں گا لیکن وہاں موجود یزید کے سپاہیوں نے اپنی باتوں پر اصرار کر کے آپ کی عزت و خودداری کو چیلنج کیا۔ جس کے نتیجے میں رسول اللہ ﷺ کے محبوب، چمنستانِ نبوت کے پھول، نوجوانانِ جنت کے سردار نے شہادت کے راستے پر قدم رکھ دیا۔ انھوں نے جس چیز کو حق سمجھا تھا، اس کا دفاع کرتے ہوئے موت کو قبول کر لیا۔ بالآخر 61 ہجری، دس محرم الحرام کو آپ کی شہادت کا نہایت المناک سانحہ پیش آ گیا۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے یومِ عاشوراء کے دن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہادت کا عظیم رتبہ عطا کیا۔ انھیں شہید کرنے والوں کے نصیب میں ذلت اور رسوائی لکھی گئی۔ یہ شہادت ان کے خاندان کی کوئی پہلی شہادت نہ تھی۔ وہ اس راہ پر

چلنے کے ہمیشہ خواہش مند رہے۔ وہ اور ان کے بھائی جنت میں نوجوانوں کے سردار ہیں۔ اس سرداری کا تاج بھی ان کے سر پر اس لیے چمکا کہ ان کے نانا دنیا کے بہترین انسان تھے۔ ان کی تربیت اور رہنمائی ہی نے انھیں یہ بلند مقام عطا کیا تھا۔"

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پوری اُمت کے لیے ایک بہت بڑا سانحہ تھا۔ شہیدِ کربلا، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے چند فرمودات رہنمائی کے لیے پیش خدمت ہیں:

- جس نے سخاوت کی وہ سرداری حاصل کر گیا۔
- جس نے بخیلی کی اس نے ذلت کمائی۔
- سب سے بڑا سخی وہ ہے جو اپنی ضرورت کے باوجود دیتا ہے۔
- سب سے بڑا معاف کرنے والا وہ ہے جو بدلہ لینے کی طاقت رکھنے کے باوجود معاف کر دے۔
- لوگوں میں سب سے اچھا وہ ہے جو صلہ رحمی کرے۔

- جو کسی کے ساتھ بھلائی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اچھا بدلہ دے گا اور اللہ بھلائی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔
- سخاوت میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرو۔
- ہدیے اور عطیات سے تعریف کماؤ اور جان رکھو کہ نیکی تعریف' نیک نامی کا سبب اور اجر کا ذریعہ ہے۔

باغ نبوّت کا پھول

سر پر کڑی دھوپ کی چادر تنی ہو

راہ خار زار ہو...... اور چلنا بھی دشوار ہو

پیاس لبوں پر مچل رہی ہو

جسم کی رگیں خشک ہو رہی ہوں

ایسے میں کوئی پیاس بجھانے کے لیے آب شیریں پیش کرے

دھوپ سے بچنے کے لیے گھنی چھاؤں میں آنے کی دعوت دے

تو کون ہے جو ایسی دعوت کو ٹھکرائے گا...... کیا کوئی ہے؟

جی ہاں! ......وہ

جس نے خود سچائی کے راستے پر چلنے کا عزم کر رکھا ہو

جس نے حاکم وقت کے جبر کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا ہو

جس نے دنیا کے بدلے دین کو پسند کیا ہو

وہی کڑی دھوپ اور راہِ خار زار میں چلنے کو ترجیح دے گا

تقویٰ جس کی شان اور شجاعت جس کی پہچان تھی

انہوں نے ایک مقصد کے لیے

اپنے آپ کو قربان کر دیا۔

شہادت اپنا مقدر کر لی۔ ابدی زندگی پالی۔

''**باغ نبوّت کا پھول**'' خوبصورت اور قیمتی جذبوں کی پہچان لیے

ایک شان دار کتاب، آپ کے ذوق کی نظر۔